

اندم خان كا خوبصورت ناول

# اجازت

[www.parhlo.com.pk](http://www.parhlo.com.pk)



# احسان

نعم خان

برف کی سل بھی تو حدت سے پگھل جاتی ہے

کیوں نہ اس شخص کو سینے سے لگایا جائے

تجھ سے پچھڑے ہیں قیامت تو نہیں ٹوٹی ہے

اک ذرا سی بات پہ کیوں حشر اٹھایا جائے

شام کے سائے ڈھل رہے تھے۔ چاروں اطراف پھلتے اندھیرے آج جیسے حارث فاروق کے اندر اترنے میں مگن تھے۔ وہ مضطرب سے چھت پر چکر کاٹ رہے تھے۔ آج ان کا دل بے کل اور سوچیں منتشر تھیں۔

صبح اقدس ان کے دفتر جانے کے بعد دو دن کے لیے رہنے آئی تھی۔ دفتر سے واپسی پر وہ اسے دیکھ کر فریاد جذبات سے کتنی ہی دیر اسے گلے سے لگائے کھڑے رہے۔ اقدس کی شادی آٹھ ماہ پہلے رامش سے ہوئی تھی۔ رامش ان کی بہن کی ہند کا بیٹا تھا۔ اچھے پڑھے لکھے خاندان سے اور دیکھا بھلا لڑکا تھا۔ اس کا اپنا کاروبار تھا۔ سب خوش تھے۔ خوش تو حارث فاروق بھی تھے مگر آج کچھ تھا جو دل یا سیت سے بھر گیا تھا۔ شاید اقدس کی باتوں نے انہیں بے چین کر دیا تھا۔ ان کا دل جیسے وحشت کا شکار ہو رہا تھا۔ بیوی سے جانے کا کہہ کر تنہا گوشے کی تلاش انہیں چھت پر لے آئی لیکن کھلی فضا میں تنہائی بکھر گئی تھی۔ ساتوں میں بیٹی کی باتوں کی بازگشت گونج رہی تھی۔

”اس بار بہت دن لگا دیے آنے میں؟“ جب ملنے

”اقدس..... بیٹرب تم سے ملنے آئی ہے۔“ البتہ ان کے بعد انہوں نے اقدس سے پوچھا تو جواب لمحے بھر کو اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی یہ بیگم داہا آئیں اور اقدس کو

اس کی دوست کی آمد سے متعلق مطلع کیا۔

”جی امی، میں نے اسے سچ کر کے بلایا تھا۔“ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھی۔

”آپ کیوں خاموش کھڑے ہیں؟“ بیٹی کے جانے کے بعد ہی یہ بیگم نے متعجب نظروں سے شوہر کو دیکھا۔

”کچھ نہیں، ایسے ہی۔“ نفی میں سر ہلا کر جواب دیا۔

”کوئی پریشانی ہے؟“ ہیہہ بیگم مطمئن نہ ہوئیں۔ سالوں پرانا ساتھ تھا، ان کے دکھ سکھ کی ساتھی تھیں۔

”نہیں، تم بچپن کے لیے کھانے کو کچھ بھیجیں اور اقدس کی پسند کا کھانا بھی رات کے لیے پکا لو۔“ انہوں نے بات بدل دی۔

”آپ کو کچھ چاہیے؟“

”ہاں، ایک کپ چائے بنا دو۔ میں چھت پر جا رہا ہوں۔“ وہ بیٹس لے آتا۔ کہتے ہوئے وہ بیڑیوں کی جانب بڑھے۔ اس وقت کچھ لمبے اکیلے گزارنے کی جاہ ہوئی۔ ہیہہ بیگم بھی بغور انہیں دیکھتیں مچن کی طرف چلی

گئیں۔

باتوں کی بازگشت تھی تو حارث فاروق کی سوچیں گردش کرنے لگیں، یادداشت کو زیادہ بھٹکانا نہیں پڑا تھا۔

ذہن آٹھ ماہ پہلے گزرے دن سے گرد جھاڑنے لگا تھا۔

جب اقدس شادی کے پانچویں دن مکے آنے کے بعد نکلے آنکھوں کے ساتھ ہیہہ بیگم کے گلے کی کتنی دیر ان کی بانہوں کے حصار میں رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

”کیا ہوا اقدس، پریشان ہو؟“ انہوں نے فکر مندی سے پوچھا تھا۔ اقدس نے تب نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

”کسی نے وہاں کچھ کہا ہے کیا؟“ پاس بھوپو کھڑی تھیں، انہیں بھی تشویش ہوئی۔ اس نے پھر نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

”نہیں..... میں وہاں خوش ہوں۔“ ساتھ ہی بولتے ہوئے ماں سے الگ ہو گئی تھی۔

”پھر رو کیوں رہی ہو؟“ ابو نے سر پر شفقت بھرا









کئی دن مزید خاموشی سے گزرے۔ ایک دوبار میکے سے پیغام آیا، کچھ دعوؤں کے سلسلے بھی جاری تھے، وہ میکے ہوئے۔ میکے ان محبتوں، خوشیوں، مسکراہٹوں، اہمیت اور مان کا گام ہوتا ہے جوڑکی کے دل میں طمانیت کا ایک جہاں آباد کرتا ہے۔ لڑکی تمام عمر اس نام سے جڑی چاہت بھری رفاقتوں کی مقروض ہوتی ہے۔ میکے سے جڑی اور میکے میں جتنی زندگی بہت خاص ہوتی ہے۔ وہ ابتدا میں اپنے ماں باپ کے گھر جانے کے لیے ہی اجازت لیتے وقت تبھک کا شکار ہوئیں مگر میکے کی محبت انہیں ایک بار پھر حارث فاروق کے سامنے لے گئی تھی۔

”آج نہیں ایسہ، دفتر میں بہت کام تھا۔ میں بہت تھک گیا ہوں، ابھی تھوڑا آرام کروں گا اور آج تو شام کو دوستوں کی طرف بھی جانا ہے، ہر وقت گلہ کرتے ہیں کہ میں شادی کے بعد ان سے کم ملتا ہوں، بیوی کے جال میں پھنس گیا ہوں۔“ سنجیدگی سے انکار کرتے ہوئے آخر میں وہ ان کا مرجھاتا چہرہ دیکھ کر بات بدلتے ہوئے لگے تھے۔ حارث فاروق کی ہنسی نے انہیں مایوس کیا تو وہ انکے سامنے سے ہٹ گئی تھیں۔

میکے کی یاد آتی جگہ، سرال میں قدم جمانے کے لیے انہوں نے ہر فصاحت پر عمل شروع کر دیا تھا۔ حارث فاروق سمیت سب خوش تھے۔

”حارث آج بہت دل چاہ رہا ہے امی کی طرف جانے کا۔“ ایک دن حارث فاروق دفتر سے واپس آئے تو انہیں چائے پیش کرتے ہوئے فرامشی انداز میں کہا تھا۔

”ایسہ ابھی پچھلے ہفتے تو تم رہ کر آئی ہو۔“ جواباً جو اکتایا ہوا روکھا پچھلا لہجہ سماعتوں سے ٹکرایا تھا وہ انہیں مزید کچھ کہنے سے باز رکھ گیا۔

کچھ دن تک حارث فاروق کو ان کا چہرہ بچھا بچھا سا نظر آیا تو خود انہیں تیار ہونے کو کہا اور کچھ دنوں کے لیے انہیں میکے چھوڑ آئے جو ان کی ساس کو ناگوار بھی گزرا تھا۔

وہ کچھ دن رہ کر واپس آئیں تو دل و دماغ پر سکون تھے۔ ”بہو بیٹیاں گھروں میں اچھی لگتی ہیں میکے آ جانا دل سے سرال کی قدر رکھنا دیتا ہے۔“ لیکن ایک دن ان کے سامنے ساس پڑوں سے مخاطب تھیں۔ وہ ساس کے لہجے میں الجھ گئیں۔ ان کا لہجہ ناراضی لیے ہوئے تھا۔ کچھ دنوں بعد امی اور چھوٹی بہن ان سے مل کر واپس گئیں تو منذر سے انہی کی باتیں کرنے لگیں۔ جواباً ساس کی بات نے انہیں گہری خاموشی سے ملوایا تھا۔

”جب عورت سرال میں دل لگانے، گھر بنانے کے بجائے پرانے رشتوں کی ڈور تھام کر آگے چلتی ہے تو نئے رشتے الجھ جاتے ہیں اور الجھے رشتے اس وزن کی طرح ہوتے ہیں جسے کندھوں سے اتار پھینکا آسان ہوتا ہے اور نہ اس سمیت آگے بڑھنا سہل ہوتا ہے۔“ اس دن کے بعد انہوں نے دل کو سنبھالا، گھر کے تمام امور اور اپنے حصے کی ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے سنبھال لی تھیں لیکن پھر جب بھی انہیں میکے جانا ہوتا انہیں صبر آزما مرحلے سے گزرنا پڑتا تھا۔ ہر مارا انہیں مختلف جملے سننے کو ملتے تھے۔

”ایسہ مجھے کہنے سے پہلے امی سے پوچھ لیا کرو، ان کی اجازت لینا، مجھے کچھ کہنے سے زیادہ ضروری ہے۔“ پھر وہ پہلے ساس کے پاس اجازت لینے چلی تھیں۔

”آج میری بیٹی رہنے آ رہی ہے پھر کسی اور دن چلی جانا۔“ جواب ملتا تھا۔

کبھی شادی شدہ مردان کی غیر موجودگی میں آجاتی تو الگ طنزیہ باتیں سننے کو ملتیں پھر وہ امید سے ہوئیں تو اجازت ملنا اور مشکل ہو گئی تھی۔

”اس حالت میں جانے کی کیا ضرورت ہے، شریف، باوردہ عورتیں شرم سے کسی کے سامنے نہیں جاتیں۔“ یہی بیٹی کی پیدائش کے بعد جانا اور مشکل ہو گیا تھا۔ جب بھی باتوں باتوں میں وہ جانے کا ذکر چھیڑتیں تو برکتہ بات بدل دی جاتی۔

”میں اقدس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔“ حارث فاروق کو

بیٹی بے حد عزیز تھی، وہ بھی بیٹی کی پیدائش کے بعد مصروف ہو گئی تھیں اور مہینوں جاننے کا نام نہ لیا تھا۔ وقت بوقت بیٹی گزرنے لگا تھا۔ اقدس کے بعد روکیل اور شافع کی پیدائش دل کی باتیں سماعتوں تک پہنچانے میں کافی وقت لیتی۔ پھر جب تک ساس سر حیات رہے، وہ ان سے اجازت لیتی رہیں۔ ان کے بعد گھر کی مکمل ذمہ داریاں ان کے سر پر آئیں، وہ ذمہ داریوں میں غیر محسوس طریقے سے لیے لگیں۔ نندوں کے آنے جانے کا بھی خاص خیال رکھتیں کہ ماں باپ کے بعد وہ بھائی سے بہت زیادہ توقعات رکھنے لگی تھیں۔ اپنے بہن بھائیوں کی شادی کے بعد ماں باپ بھی یکے بعد دیگرے اللہ کو پیارے ہوئے تو میکے جانے کا بھی دل نہ کرتا تھا۔ گزرتے وقت اور مکمل گھرواری بنے جذبات بھی جیسے مدہم کر دیے تھے۔

وہ ایک گہری سانس خارج کرتیں یا دوں کے کواڑ بند کرنے لگیں تو نظر حارث فاروق پر پڑی جو نوزائے الم کے عالم میں الجھے تھے۔

☆.....☆.....☆

”بیٹی بیانیہ کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں رسم و رواج کا پابند کر کے ماں باپ کے لیے پرایا کر دیا جائے۔“ بیٹی پرانی بھی نہیں ہوئی حارث، ہاں سمجھدار ہو جاتی ہے شادی کے بعد۔ بیٹی کے کندھوں پر ایک ساتھ کئی رشتوں کا بوجھ ہوتا ہے جسے اٹھا کر وہ لالائی حرکتیں نہیں کر سکتی۔ صرف اپنے لیے نہیں سوچ سکتی، بس خندہ پیشانی ہے اٹھا کر اسے عمر بھر مسافت طے کرنی پڑتی ہے۔ بیٹی اگر بچی، بہو، بھابی، چاچی بن جائے تو اس سے وابستہ توقعات جوڑھ جاتی ہیں۔ اسے ہر کردار میں ہر فرد سو فیصد دیکھنا چاہتا ہے اور بیٹی سو فیصد بننے کے چکر میں کسی پھیلی کی طرح الجھ جاتی ہے اور لوگ اسی الجھی پھیلی کو سراہتے ہیں ورنہ جو سلجھ جائے ”زمانہ“ اسے ناکام عورت کہتا ہے اور ناکام عورت کسی بھی رشتے کو مضبوطی سے نبھانے کی سکت نہیں رکھتی۔“ وہ سنجیدگی سے بولیں۔

حارث فاروق ناگہمی سے انہیں دیکھنے لگے۔ ”یہ بات اتنی پیچیدہ نہیں، جتنی آپ کو لگ رہی ہے۔ دراصل بات آپ کی بیٹی کی ہے اس لیے آپ کو عجیب لگ رہا ہے جبکہ بات کچھ سال پہلے کی اور بیٹی کی بھی تب یہ آپ کے لیے شاید بالکل عام سی بات تھی اور جہاں تک بات اجازت کی ہے تو یہ کوئی ظلم ہے یا نہ زیادتی، ہر گھر کے کچھ اصول ہوتے۔ آپ کے گھر کے بھی تھے۔ اب ہمارے گھر کے بھی ہیں اور اقدس کے سرال کے بھی ہیں جو ہر فرد پر لاگو ہوتے ہیں۔ سب باتیں ایک طرف کیا آپ چاہیں گے کل کو ہمارے گھر روکیل اور شافع کی رہائش آئیں اور وہ بونٹی جب دل چاہے، کہیں بھی آئیں جائیں؟ آپ کو پانچھ بتائے بغیر، بغیر کسی اجازت کے۔ نہیں شاید بھی نہیں۔ یہ اجازت دراصل محبت و عزت کی ایک کڑی ہے اور محبت و عزت کے بناء گھر نہ بننے، نہ جتنے ہیں۔ ہم رسول و دروہوں کے پابند لوگ ہیں اور یہ ریت تو بہت پرانی ہے۔ بس دعا کریں کہ ہماری بیٹی کو بھی اجازت لیتے وقت ماٹنے کے بعد کڑواہٹ نہ لگتی پڑے۔“ سالوں پہلے نگلی کڑواہٹ ایسہ حکیم کے حلق میں جیسے دوبارہ انگ ٹکی تھی۔ رسان سے کہتیں اٹھ کر جانے لگیں۔ بے چین دل و خالی نگاہوں سے انہیں جاتے دیکھنے کے بعد حارث فاروق نے سر سے الجھ گئے تھے۔ جبکہ ان کے سامنے رکھا بھاپ اڑاتا چائے کا کپ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

